موجودہ موافق ترین حالات میں حقیقی اسلامی کام، نفاذ شریعت اور غلبہ دین کے کام کے آغاز کی واحد صورت یہ ہے کہ اس صورتِ حال کو ختم کردیں جس نے پاکستان سمیت ساری دنیا میں اسلامی تحریکوں کو خالصتہً سیاسی تحریکوں کے ہم معنیٰ بنا کے رکھدیا ہے کہیں ان کی یہ تحریک غیر مسلم اقتدار کے خلاف برپا ہے اور کہیں مسلم اقتدار کے خلاف، کہیں وہ مسلح جدوجہد کے روپ میں ہے اور کہیں زبانی اور قلمی احتجاج کے روپ میں، کہیں وہ ایک اسلامی سیاسی فلسفہ کے زیر سایہ کام کررہی ہے اور کہیں فلسفہ و نظریہ کے بغیر متحرک ہے کہیں اس نے ملی عنوان اختیار کر رکھا ہے اور کہیں نظامی عنوان۔ تاہم سارے فرق و اختلاف کے باوجود نتیجہ سب کا ایک ہے — موجودہ حالات میں جدید امکانات کو دعوتِ توحید، دعوت اسلام اور فکرِ آخرت کے لیے استعمال کرنے سے گریز کرکے اپنی قوتوں کو بے فائدہ طور پر مفروضہ سیاسی حریفوں (جو کبھی حلیف ہوتے ہیں اور کبھی حریف) کے خلاف محاذ آرائی میں ضائع کرتے رہنا نا عاقبت اندیشی ہے۔

یہ وقت خود ساختہ سیاسی جہاد کا نہیں کسی بھی بڑی پارٹی سے سیاسی جوڑ توڑ، وابستگی اور مفادات کے حصول کا نہیں بلکہ فکری شعوری اور دعوتی جہاد کا وقت ہے مگر افسوس کہ اس میں اپنا حصہ ادا کرنے کی فرصت کسی کو نہیں۔

موجودہ حالات خدا کا بنا بنایا منصوبہ ہے خدا تعالیٰ نے کام کرنے کے سارے بہترین امکانات کھول دیئے ہیں۔ بارش کا آنا خدا کے ایک منصوبہ کا خاموش اعلان ہے، کسان اس خدائی اشارہ کو فوراً سمجھ لیتا ہے اور اپنے آپ کو اس خدائی منصوبہ میں پوری طرح شامل کردیتا ہے اس کا نتیجہ ایک لہلہاتی ہوئی فصل کی صورت میں اس کو واپس ملتا ہے اسی طرح موجودہ حالات میں اللہ نے اپنے دین کے حق میں کچھ نئے بہترین مواقع کھول دیئے ہیں یہ مواقع حزب اقتدار اور حزب اختلاف کا حلیف اور حریف بنے بغیر توحید و آخرت، نظام شریعت اور اس کے برکات و ثمرات کی دعوت عام میں صرف کیے جائیں تب کہیں جاکر سیاسی انقلاب کا نتیجہ مرتب ہوگا۔ سیاسی انقلاب کی اہمیت اسلام میں کیا ہے؟ اسلامی نقطہ نظر سے سیاسی انقلاب دراصل اس کا نام ہے کہ اہلِ حق کو اہل باطل پر غلبہ حاصل ہوجائے (الصف) قرآن مجید کی صراحت کے مطابق یہ غلبہ خدا کی توفیق اور نصرت سے حاصل ہوتا ہے وما النصر الا من عند اللہ اور خدا کی نصرت کا استحقاق حاصل کرنے کی واحد لازمی شرط مخلصانہ اور بھرپور فکری و ذہنی تربیت اور دعوت ہے، اہل حق جب موافق حالات

سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نظامِ شریعت کی دعوت کے عمل کو اس کی تمام صالح شرائط کے ساتھ شروع کریں اور اس کو کرتے ہوئے اتمامِ حجت کے قریب پہنچا دیں تو اس کی تکمیل کے نتیجہ میں ایک طرف اہلِ حق انعام کے مستحق ہو جاتے ہیں تو دوسری طرف اہلِ باطل سزا کے مستحق۔ اس وقت خدائی منصوبہ کے تحت حالات میں تبدیلی شروع ہو جاتی ہے، اہلِ حق خدائی طاقت سے مسلح ہو کر اہلِ باطل پر غالب آتے ہیں۔ دعوتِ حق اور اتمامِ حجت کے بغیر محض سیاسی کارروائیوں سے کبھی کسی مسلم گروہ کو غیر مسلم طاقتوں پر کسی صالح جماعت کو، مفسد قوتوں پر غلبہ حاصل نہیں ہو سکتا یہ خدا کی سنت ہے اور خدا کی سنت میں کبھی تبدیلی نہیں ہوتی، غیر مسلم اقوام اور لادین اور مفسدین قوتوں کے لیے غلبہ کا فیصلہ خدا کے عام قانونِ امتحان کے تحت ہوتا ہے (یونس ۱۴) مگر اہلِ ایمان اور صالحین کے لیے غلبہ کا فیصلہ قانونِ اتمامِ حجت کے تحت ہوتا ہے اگر ہم حالات کی موافقت کے باوجود غیر مسلم یا مفسدین کے گروہ پر فکری شعوری اور دعوتی عمل کو انجام نہ دیں تو ہم کو یہ امید بھی نہیں کرنی چاہیئے کہ غیر مسلم یا لادین قوتوں پر ہمیں غلبہ عطا کیا جائے گا، تربیتی اور دعوتی عمل ہی تو اسلام بیزار قوتوں پر غلبہ کی قیمت ہے پھر جب قیمت ادا نہ کی گئی ہو تو متاعِ مطلوب آخر کس طرح حاصل ہو گی۔

ماہنامہ الحق زندگی کی ۲۹ بہاریں پوری کر کے تیسویں مرحلے میں ان حالات میں ——— داخل ہو رہا ہے جب کہ عالمی اور بین الاقوامی سطح پر خدائے ذوالجلال کی ابدی اور لافانی قدرت کا مظاہرہ ہم اپنی کھلی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ مقلب القلوب ہم کو راہِ حق پر ثابت قدم رکھے، زلزلہ وباء موت، تباہی اور بربادی کا قصہ اس دنیا میں کوئی نیا واقعہ نہیں ہے جہاں بھی پیش آئے اور جب بھی پیش آئے، دردناک ہے غم بہرحال غم ہے اپنے کا ہو یا پرائے کا اور ہم مسلمانوں کے نزدیک تو کوئی بھی پرایا نہیں ہے۔ کلکم من آدم وآدم من تراب یعنی تم سب اولادِ آدم ہو اور آدم مٹی سے پیدا کیے گئے اور ہم اس رحمتِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی امت ہیں جو رات کی تاریکیوں میں اٹھ کر فرمایا کرتے تھے اے اللہ! میں گواہی دیتا ہوں کہ تمام انسان بھائی بھائی ہیں وہ لوگ بھی ہمارے بھائی تھے جو گذشتہ سال ستمبر کے آغاز تک بھارت کے لاتور کے گاؤں کیلاری میں، اور عثمان آباد کے علاقے میں آباد تھے اور وہ لوگ بھی ہمارے بھائی ہیں جو اس سال ستمبر میں صوبہ گجرات کے شہر سورت میں دادِ عیش دے رہے تھے ان پر زلزلہ آیا اور ان پر طاعون کی وباء۔

کل تک ان میں زندگی اور زندگی کی تمام رعنائیاں تھیں۔ مگر زلزلے نے پل بھر میں گاؤں کے

گاؤں صفحہ ہستی سے مٹا دیئے اور طاعون نے تازہ رپورٹ کے مطابق ایک ہزار افراد کو لقمۂ اجل بنا دیا۔ پانچ ہزار افراد مبتلا ہو رہے ہیں اور چار لاکھ افراد طاعون کے خوف سے سورت سے ہجرت کر گئے ہیں۔ یہ قرآن کے آفاقی حقائق ہیں جو دہرائے جا رہے ہیں۔

أَتَاهَا أَمْرُنَا لَيْلًا أَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنَاهَا حَصِيدًا كَأَن لَّمْ تَغْنَ بِالْأَمْسِ (ہمارا حکم آگیا راتوں رات یا دن کی کسی گھڑی میں تو ہم نے ان بستیوں کو ایسا کر دیا جیسے کٹی ہوئی کھیتیاں ہیں اور لوگ ایسے ہو گئے جیسے کبھی آباد ہی نہ تھے)

اخبارات سے معلوم ہوتا ہے کہ اب یہ وبائی مرض بھارت کے شہر سورت سے نکل کر احمد آباد، بمبئی دہلی اور بیرونی ممالک میں سری لنکا بنگلہ دیش یو اے ای اور برطانیہ وغیرہ کو اپنی لپیٹ میں لے رہا ہے دنیا کے اکثر و بیشتر ممالک نے بھارت کے ساتھ آمد و رفت کے تمام ذرائع منقطع کر دیئے ہیں اور پوری دنیا میں خوف و ہراس کی لہر دوڑ گئی ہے جو زندہ ہیں وہ مردوں کے کیا کام آسکتے ہیں، قدرت کے فیصلے اور اجل کے مرحلے ہزار ٹلانے سے نہیں ٹلتے۔ بڑے لیسی بھی دیکھ لیجئے ساری دنیا سے لاکھوں بلکہ کروڑوں کے حساب سے دوائیں آرہی ہیں مگر یہ ساری دولت زندگی کا ایک سانس واپس نہیں کر سکتی۔ جو زندہ ہیں ان میں خوف، ہراس، دحشت، بے اعتمادی اور از خود رفتگی کا عالم ہے ان کو پونڈوں، ڈالروں اور بیش قیمت ادویات کی امداد زندگی کی کوئی نعمت واپس نہیں کر سکتی۔

انسان انسان ہی ہے کمزور اور اوہام کی دنیا میں مگن رہنے والا اس کو نہیں معلوم کہ آنے والا پل اس کے لیے کیا پیغام لا رہا ہے جب ان سے کہا جاتا ہے کہ خدا کا بھی کوئی قانون ہے تم سے پہلے بھی لوگ گزر چکے ہیں جن یہ تصویر قرآن دکھا چکا ہے۔

فَأَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فِي دَارِهِمْ جَاثِمِينَ۔ ان کو زلزلے (خدا کے عذاب) نے آدبوچا تو اپنے گھروں میں (جس طرح اوندھے منہ پڑے تھے) اسی طرح اوندھے منہ پڑے رہ گئے۔

تو قرآن سن کر منہ پھیر لیتا ہے اپنی اکڑ پر، گھمنڈ پر، ضد اور ہٹ دھرمی پر قائم خود فریبی میں مبتلا۔ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِ آيَاتُنَا وَلَّىٰ مُسْتَكْبِرًا كَأَن لَّمْ يَسْمَعْهَا جب اس کے سامنے ہماری آیتیں پڑھی جاتی ہیں تو وہ تکبر کرتا اس طرح منہ پھیر تا ہے۔ جیسے اس نے سنا ہی نہیں۔

زلزلے اور وبائیں دنیا میں پہلے بھی آئے ہیں اور آج بھی آرہے ہیں جو گیا وہ واپس نہیں

آ سکتا، مگر آج کے مٹنے والوں کو کون یاد رکھے گا، تاریخ میں تو اُن کی گنتی ہی بتائی جائے گی جیسے عاد قوم شعیب اور قوم لوط کے قصے ہم سنتے ہیں اور سنی ان سنی کر دیتے ہیں کاش ! ہمارے بھائی اب بھی ہوش میں آئیں کہ پروردگار کی بھی ایک طاقت ہے دنیا کو اب یہ بہر حال مان لینا چاہیئے کہ کارساز کا دستِ قدرت کوئی قوت رکھتا ہے ۔

ہم الحق کے سال نو کے آغاز کے موقع پر خدا کی بارگاہ میں سجدۂ شکر و استغفار بجا لاتے ہوئے اپنے مخلص قارئین سمیت پوری عالمی برادری کو کائنات میں قدرت کی ان کارفرمائیوں سے حقیقت کے اعتراف، عبدیت کے لائحہ عمل اور عبرت حاصل کرنے کی دعوت دیتے ہیں ۔

عبدالقیوم حقانی

حضرت مولانا قاضی عبدالکریم مدظلہم اور حضرۃ مولانا فضل الرحمٰن مدظلہ کو صدمہ

گذشتہ ہفتہ بقیۃ السلف شیخ التفسیر حضرت مولانا قاضی عبدالکریم کلاچوی مدظلہ کی بڑی صاحبزادی کا انتقال ہوا مرحومہ صالحہ، عابدہ، زاہدہ خاتون تھیں ـــــ اسی طرح قائد ملت مولانا مفتی محمودؒ کی اہلیہ اور مولانا فضل الرحمٰن صاحب کی والدہ بھی طویل علالت کے بعد اپنے خالق سے جا ملیں مرحومہ حضرت مفتی صاحبؒ کی رفیقۂ حیات اور پاکباز خاتون تھیں ۔ دارالعلوم کے مہتمم حضرت مولانا سمیع الحق صاحب مدظلہ دونوں کی تعزیت کے سلسلہ میں ڈیرہ اسماعیل خان اور کلاچی تشریف لے گئے ۔ ڈیرہ اسماعیل خان میں مولانا فضل الرحمٰن صاحب اور کلاچی میں مولانا قاضی عبدالکریم صاحب سے تعزیت کی ادارہ دونوں حضرات کے ساتھ غم میں برابر کا شریک ہے ۔ (ادارہ)

افادات: حضرۃ مولانا سمیع الحق مدظلہ العالی
ضبط: مولانا عبدالقیوم حقانی

نظام اکل وشرب میں شریعت کی رہنمائی

امام ترمذی کی جامع السنن کے کتاب الاطعمہ کے احادیث کی روشنی میں

کھانے میں تقلیل، کفایت اور اجتماعیت کی ترغیب وتشویق اور اس کے فوائد وثمرات

باب ماجاء ان المومن یاکل فی معیً واحدٍ

۱- عن ابن عمر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال الکافر یاکل فی سبعۃ امعاءٍ والمومن یاکل فی معاً واحد۔

۲- عن ابی ھریرۃ رضی اللہ عنہ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضافہ ضیف کافر فامر لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشاۃٍ فحلبت فشرب ثم اخری فشربہ ثم اخری فشربہ حتی شرب حلاب سبع شیاہ ثم اصبح من الغد فاسلم فامر لہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بشاۃ فحلبت فشرب حلابھا ثم امر لہ باخری فلم یستتمھا فقال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المومن یشرب فی معا واحد والکافر یشرب فی سبعۃ امعاء۔

ترجمہ ۱: حضرت ابن عمر حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں آپ ﷺ نے فرمایا، کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور مومن ایک آنت میں کھاتا ہے۔

ترجمہ ۲: حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس ایک مہمان آیا جو کافر تھا رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا، بکری دوہی گئی اور اس کافر نے اس دودھ کو پی لیا پھر آپ ﷺ کے حکم سے دوسری بکری دوہی

گئی، وہ اس دودھ کو بھی پی گیا۔ پھر تیسری بکری دوہی گئی وہ اسے بھی پی گیا، حتیٰ کہ سات بکریوں کا دودھ پی گیا پھر جب صبح ہوئی تو وہ مسلمان ہوگیا، رسول کریمؐ نے اس وقت بھی اس کے لیے ایک بکری دوہنے کا حکم دیا بکری دوہی گئی اس نے اس کا دودھ پی لیا پھر آپؐ نے دوسری بکری دوہنے کا حکم دیا (بکری دوہی گئی) لیکن اب وہ اس کا پورا دودھ نہ پی سکا تب حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، مومن ایک آنت میں پیتا ہے اور کافر سات آنتوں میں۔

احادیث باب کا مفہوم یہ ہے کہ مسلمان ایک آنت میں کھانا کھاتا ہے، یعنی آدھے پیٹ سے اور کافر پیٹ بھر کر کھانا کھاتا ہے یعنی ایک آنت کے بجائے اس کا سارا پیٹ بھرتا ہے، مقصد یہ ہے۔

مومن کا مقصدِ حیات

کہ مومن کا مقصدِ حیات الگ ہے اور کافر کا علیحدہ یہ قلتِ حرص اور کثرتِ حرص کی ایک تمثیل ہے، کافر کی زندگی کا خلاصہ اور مقصدِ حیات صرف دنیا تک محدود ہے کھانا پینا اور دنیا کے لذائذ سے متمتع ہونا پیٹ بھرنا ہے اور بس۔ جب کہ مومن کا اصل مقصدِ حیات اللہ تعالیٰ کی رضا، اور آخرت کی ابدی زندگی بنانا ہے مسلمان کے ذمہ بہت سے فرائض اور اس کے کاندھوں پر بہت بڑی ذمہ داریوں کا بوجھ ہے، جس کو اس نے پورا کرنا ہے صرف اپنی ہی نہیں عالمِ انسانیت کی ہدایت، اس کی فکر، اللہ کی رضا کا حصول اس کا مقصد ہے دنیا اس کے نزدیک چند روزہ ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے ما انا الا کراکب استظل تحت شجرۃ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم فرماتے ہیں دنیا ہمارے لیے ایک گذرگاہ اور ایک پل کی مانند ہے ایک مسافر دھوپ میں جا رہا ہوتا ہے اور درخت کے سایہ کے نیچے سستا لیتا ہے تو اس مختصر قیام اور سستانے کے لیے وہ مختصر ترین سامان آسائش پر اکتفا کرتا اور گذارہ کرتا ہے دنیا میں بھی انسان کی مثال مسافر کی ہے ارشاد ہے الدنیا سجن للمؤمن وجنۃ للکافر وما خلقت الجن والانس الا یعبدون میں اللہ نے یہی کہا ہے۔

ان احادیث کا مقصد تقلیل طعام (کم کھانا) ہے کہ اصل مقصدِ حیات پر توجہ دینی چاہیئے۔

حیوان اور انسان

حیوانات بھی تو کھاتے پیتے اور نکالتے رہتے ہیں، کفار کے بارے میں ارشاد خداوندی ہے۔

یاکلون کما یاکلون الانعام الایۃ۔ کھانا پینا اور نکالتے رہنا یہ بھی کوئی مقصد ہے کفار بھی حیوانوں کی طرح کھاتے اور پیتے ہی ہیں اس کے علاوہ اور کوئی ذمہ داری کوئی فریضہ اور عبادت

اور فکر ان کے ذمہ نہیں ۔

مغرب کی مادہ پرست تہذیب کا خلاصہ بھی محض مادیت اور محض اکل و شرب ہے روٹی سے ڈبل روٹی اور چیز کیک پیسٹریاں وغیرہ یہ سب دنیوی ترقیاں ہیں، اصل چیز اور اصل مادہ ایک ہے مگر اس میں قسم قسم کی لذتیں اور ان کے حصول کے لیے مختلف مختلف ڈیزائن بنائے جاتے ہیں، ساری کائنات معدے کی لذتوں کے گرد گھوم رہی ہے - اکبر الہ آبادی نے اسی حقیقت کو منظوم کیا ہے ۔

چند دن کی زندگی ہے کوفت سے کیا فائدہ ؎
کھا ڈبل روٹی کلرکی کر خوشی سے پھول جا

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان ارشادات اور احادیث سے انسانی فکر و عمل کا صحیح رخ متعین کرنا چاہتے ہیں ۔

انسان مخدوم کائنات ہے

کائنات میں ہر ہر چیز کا ایک مقصد حیات ہے اور وہ یہی کہ وہ انسان کی خدمت کرے شمس و قمر ہوں حیوانات و جمادات ہوں، نباتات ہوں، سب انسان کی خدمت پر مامور ہیں۔ انسان ہر چیز کا محتاج ہے اللہ نے تمام کائنات اس کی خدمت میں لگا دی ہے فرمایا وسخر لکم الفلک ـــ وسخر لکم الانھار ـــ وسخر لکم الشمس والقمر دائبین ـــ وسخر لکم اللیل والنھار ـــ وسخر لکم الانعام ھو الذی سخر البحر ـــ ان اللہ سخر لکم ما فی السموات وما فی الارض ـــ ؛ اللہ تعالیٰ نے تمھارے لیے کشتیاں دریا، سمندر، چاند، سورج، رات، دن، چوپائے الغرض ہر ہر چیز مسخر کر دی اسے مفت میں بے ؟ ہیں تمھاری خدمت پر آمادہ کر دیا ہے ۔

صرف سورج پر غور کریں وہ بھی انسان کی ہزاروں منفعتیں اپنے اندر لیے ہوئے ہے بظاہر اسباب دنیا کی بقا اسی پر موقوف ہے اگر سورج نہ ہوتا تو اناج پیدا نہ ہوتا، نظام حیات باقی نہ رہتا۔ حرارتِ غریزی نہ ہوتی ہر چیز منجمد ہو جاتی، اگر آج ہی معلوم ہو جائے کہ سینکڑوں سال بعد سورج کی حرارت ختم ہونے والی ہے تو ہم آج ہی سے دنیا کی ہر قسم ایندھن، پیٹرول، گیس، کوئلہ، لکڑی کائنات کی ہر جلائی جانے والی چیزوں کا ذخیرہ کرنے میں لگ جائیں کہ دنیا اور اپنی زندگی بچا سکیں، سینکڑوں سال کا یہ جمع کیا گیا ایندھن چند گھنٹوں یا چند دنوں تک ہمیں حرارت دے سکے گا ۔

غرض اسی طرح کائنات کی ہر چیز کا ایک مقصد ہے۔ گائے، بیل، بھینس، اونٹ، گھوڑا ۔

بادل، ستارے الغرض سب کہہ سکتے ہیں کہ ہم جس مقصد کے لیے پیدا کیے گئے ہیں وہ پورا کر رہے ہیں اور وہ ہے حضرت انسان کی خدمت ہر چیز محتاج الیہ ہے ۔ انسان اس کا محتاج ہے مگر ان میں سے کوئی بھی چیز انسان کی محتاج نہیں ہے ، صرف اپنی ضروریات کی تکمیل کے لیے انسان ان کا محتاج ہے اور حاجتوں کی گھٹلی ہے کسی چیز کی بقاء اس پر موقوف نہیں

انسان کا مقصد حیات سب سے ارفع ہے

اگر انسان دنیا میں سرے سے نہ ہوتا ، یا آج بھی دنیا میں کوئی بشر انسانی نہ رہے تو دنیا کو ان چیزوں کا کوئی نقصان نہیں ہوگا ۔ سورج ، چاند اور ستاروں کو نباتات ، جمادات کو انسان نہ ہونے سے کوئی فرق نہیں پڑے گا نہ ان کو مضرت پہنچتی ہے ۔ ان کا کوئی نقصان نہیں ہوتا ، مگر خدا کی قدرت کہ اس سراپا احتیاج انسان کو تمام کائنات پر مسلط کر دیا ، اور ہاتھی شیر تک کو اس کا مسخر کر دیا تسخیر کا معنیٰ یہ ہے کہ تمام اشیاء بغیر اجرت اور بغیر تنخواہ کے انسان کی خدمت میں مصروف کار ہیں وہ تمام اشیاء طاقت ، خوراک اور قوت میں انسان سے بڑھ کر ہیں شہوت میں زیادہ ہیں ، مگر انسان کے لیے مسخر کر دئے ۔ مقصد یہ ہے انسان کا مقصد حیات وہ نہیں جو ان کا ہے انسان کا مقصد ان سب سے بلند و بالا اور ارفع ہے ۔ اسی وجہ سے محتاج ترین مخلوق کو سارے محتاج الیہ مخلوقات پر فوقیت دی گئی ۔ کہ انسان کا مبلغ علم اور مطمع نظر صرف حیوانی زندگی کی آسائش و آرائش نہیں ، قارون کی طرح آج سرمایہ داروں اور حکمرانوں کا مقصد بھی دنیوی آسائش اور مادیت پرستی بن چکا ہے ان کی ٹیکنالوجی سائنس کے کمالات اور ان کے تسخیری کارنامے وہ صرف دنیا تک محدود ہیں ۔ ذٰلک مبلغھم من العلم ۔ انسان کے علمی و روحانی کمالات اس سے بلند تر ہیں ۔

اس لیے حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ

الکافر یاکل فی سبعۃ امعاء والمومن یاکل فی معاً واحد ۔ کافر سات آنتوں میں کھاتا ہے اور ساتوں کو بھرتا ہے اور مومن ایک آنت پر کفایت کرتا ہے زیادہ کھانا کفار کی مشابہت ہے کم کھانا اہل ایمان کا شیوہ ہے ، کم کھانے کی عادت اختیار کرنا عقلاً باہمت اور اہل حقیقت کے نزدیک مستحسن اور محمود ہے اس کے برعکس مذموم ہے ۔ لیکن وہ بھوک جو حد افراط کو پہنچے ضعف بدن اور اضمحلال کا باعث ہو اور جس کی وجہ سے دین و دنیا کے کاموں میں رکاوٹ پیدا ہوتی ہو تو ایسی بھوک شرعاً ممنوع اور حکمت و دانائی کے خلاف ہے ۔

ایک اشکال کا حل

بظاہر اشکال یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد (نعوذ باللہ) ہر جگہ صحیح نہیں ہوتا بہت سے لوگ کفار ہیں کم کھاتے ہیں اور بہت سے مومن ہیں جو خوب کھاتے ہیں پیٹ بھر کر کھاتے ہیں اور پھر بھی بھوکے رہتے ہیں۔

مومن کی شان اور کافر کی شان

جواب یہ ہے کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اس ارشاد سے خبر نہیں دے رہے بلکہ یہ انشاء ہے مومن کی شان بیان کی جا رہی ہے کہ شان المومن ان یاکل فی معی واحد وشان الکافر ان یاکل فی سبعۃ امعاء کافر کا مزاج وطبیعت دنیا ہے حرص ہے وہ پیٹ بھر کر کھائے تو کہا جاتا ہے کہ اس کا مقصد ہی یہی ہے مومن کی شان یہ ہے کہ نصف پیٹ کھائے خود کو بھوکا رکھے عبادت کے لیے حصول علم کے لیے اور آخرت کی تیاری کے لیے۔ مقصد حدیث یہ ہے کہ شان المومن کذا وشان الکافر کذا۔

اب اگر کافر اپنے ہدف، عادت اور طبیعت کے خلاف کرتا ہے تو اس سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم نہیں آتی یا ایک مومن ہے جو اپنی عظمت، مقام، شان اور مقصدیت کا لحاظ نہیں کرتا، دنیا پرستی اور لذتیت کے حصول میں مگن ہے اور پیٹ کے جہنم کو بھرتا ہی رہتا ہے تو اس سے تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب لازم نہیں ہوا کرتی یہ توجیہ سب سے بہتر ہے۔

ایک خاص کافر کا قصہ

(۲) تاہم بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی مراد ایک متعین شخص ہے ایک متعین کافر ہے لام عہدی ہے جنسی نہیں جو حالت کفر میں ساتوں آنتیں بھرا کرتا تھا جب مومن ہوا تو بعد الایمان ایک آنت کے بھرنے سے سیر ہو جایا کرتا تھا الکافر اور المومن سے گویا ایک متعین اور معہود شخص مراد ہے جیسا کہ حضرت ابوہریرہؓ کی روایت میں یہ قصہ تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔ (جسے اوپر حدیث کے لفظی ترجمہ میں نقل کر دیا گیا ہے)

ابن عبدالبر فرماتے ہیں لا سبیل الی حملہ علی العموم لان المشاھدۃ تدفعہ فکم من کافر یکون اقل اکلا من مومن وعکسہ وکم من کافر اسلم فلم یتغیر مقدار اکلہ قال وحدیث ابی ھریرہ یدل علی انہ ورد فی رجل بعینہ

مومن ہمہ وقت سیر اور کافر کے ساتھ شیطان کی معیت کی نحوست

(۳) بعض حضرات نے یہ توجیہ بھی کی ہے کہ مومن جب کھانا کھانے بیٹھتا ہے۔ تو اللہ کے نام سے شروع کرتا ہے تو شیطان اس کے ساتھ شریک نہیں ہوتا۔ اور کافر کے ساتھ شیطان شریک رہتا ہے اور وہ اس کے ساتھ شریک ہو کر کھاتا ہے۔ جیسا کہ حدیث میں آتا ہے۔

ان الشیطان یستحل الطعام اذا لم یذکر اسم اللہ تعالیٰ علیہ ۔ مومن بسملہ و ذکر الٰہی کی برکت اور نورِ معرفتِ ایمان کے سبب سے گویا ہمہ وقت سیر ہوتا ہے اس کو نہ تو کھانے پینے کی حرص ہوتی ہے اور نہ کھانے پینے کے اہتمام کی طرف توجہ اور رغبت ۔ اس کے برعکس کافر شیطان کی معیت و نحوست کے پیش نظر کھانے پینے ہی کو مقصودِ حیات سمجھتا ہے

کافر کی سات صفات

(۴) بعض حضرات نے سبعۃ امعاء سے کافر کی سات صفات مراد لی ہیں مثلاً ۱۔ حرص ہے ۲۔ شرہ ہے ۳۔ طول امل ہے ۴۔ طمع ہے ۔ ۵۔ سوءِ طبع ہے ۶۔ حسد ہے ۔ دنیا کی محبت ہے اور مومن کی ایک آنت سے مراد صرف شدتِ جوع کا ازالہ ضرورتِ طعام کی تکمیل ہے اور وہ سدِ شبع ہے کہ بھوک ختم ہو جائے وہ قوت لایموت کو اپنے لیے کافی سمجھتا ہے جیسا کہ امام نوویؒ نے بھی شرح مسلم میں تصریح کی ہے ۔

۵۔ بعض حضرات نے یہ بھی کہا ہے کہ الف لام المومن میں استغراق کا نہیں بلکہ بعض المومن مراد ہے یعنی بعض المومنین یاکل فی معی واحدٍ و بعض الکافرین یاکل فی سبعۃ امعاء مقصود تقلیل طعام ، تعلیم زہد ہے اور دنیا و اکل و شرب کی لذتوں میں انہماک سے اجتناب کی ترغیب ہے ۔

طعام کی سات شہوتیں

(۶) امام قرطبی فرماتے ہیں طعام کی شہوتیں سات ہیں مثلاً ۔ ۱۔ شہوت طبع ، ۲۔ شہوت نفس ۳۔ شہوت عین ۴۔ شہوت فم ۵۔ شہوت اذن ۶۔ شہوت انف ۷۔ شہوت الجوع ۔ شہوت الجوع اصل ضرورت ہے جس کے ساتھ مومن کھاتا ہے جب کہ کافر تمام شہوات کے ساتھ کھاتا ہے ۔ الغرض حدیث میں ترغیب و تنبیہ ہے کہ مومن صبر و قناعت کو لازم جانے ، زہد ریاضت مجاہدہ اور فقر و درویشی کی راہ اختیار کرے خورد و نوش کی اس حد پر اکتفا کرے جو زندگی کی بقاء کیلئے ضروری ہو اور اپنے معدے کو اتنا خالی ضرور رکھے جو نورانیت دل صفائی باطن اور شب بیداری وغیرہ کے سلسلہ میں ممد و معاون ہو ۔

آنتوں کی تعداد میں ایک اشکال

یہاں بعض نے یہ سوال بھی اٹھایا ہے کہ آنتیں سات نہیں چھ ہیں تین فوقانی ہیں اوپر والی ہیں جو چھوٹی ہیں اور تین بڑی آنتیں نیچے ہیں حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے کس طرح سات کا عدد ارشاد فرمایا ۔

شارحین حدیث اس کے جواب میں فرماتے ہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم اعضاءِ جسم کی تشریح و تفصیل نہیں بتا رہے اور نہ ہی تشریح ابدان ان کا موضوع ہے ۔ بعثتِ رسولؐ کا مقصد علم طب اور اجزاء بدن کی تفصیلات بتانا نہیں ہے بلکہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سمجھانا چاہتے ہیں اور تکثیر اور تقلیل طعام

کی ایک حد بیان کرنا چاہتے ہیں تکثیر کے لیے سات کا عدد عرفاً استعمال کیا جاتا ہے تو اس کا یہ مطلب نہیں کہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے انسانی بدن کا آپریشن کیا آنتیں نکالیں اور پھر ان کو گنتے رہے یہ تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا موضوع ہی نہیں تھا۔

قرآنی حقائق اور سائنسی تحقیقات

یہ علیحدہ بات ہے کہ قرآن مجید میں انسانی ساخت، اس کے اعضاء و اندام کی بناوٹ و حکمت، سلسلۂ توالد و تناسل میں حکمت و تدبیر کے اشارے ملتے ہیں مثلاً جنین کے متعلق قرآن مجید نے جو اشارے دیئے ہیں مثلاً بچے کے ابتدائی مراحل اطوار، کیفیات، تدریجی تربیت اور اس کی حفاظت و نشو و نما کے جو اہتمامات، اور انتظامات قدرت نے بیان کیے ہیں آج جدید ترین سائنسی تحقیقات اس کی بھرپور تائید اور تصدیق کرتے ہیں اور یہ بھی حقیقت ہے کہ جس قدر بھی سائنس ترقی کرتی چلی جائے گی قرآنی حقائق مزید نکھرتے چلے جائیں گے۔

بہرحال یہاں پر یہ سوال پیدا ہی نہیں ہوتا کہ حضورؐ نے آنتوں کی تعداد سات کیوں بتائی کیونکہ حضورؐ کا موضوع ہی جسم انسانی کا تجزیہ و تفصیل نہیں بلکہ یہاں سات کا عدد اس لیے لایا گیا کہ سات کا عدد ہر چیز میں کثرت کے لیے استعمال ہوتا ہے

سبعۃ امعاء، ایک محاورہ کا استعمال

یہ ایک محاورہ ہے جس طرح ہمارے ہاں کہتے ہیں کہ ناک تک نہ کھاؤ یا کھانے والا کہتا ہے کہ میں نے اتنا کھایا کہ ناک تک بھر گیا۔ شیخ سعدیؒ کا بھی مقولہ ہے چوں پری از طعام تا بینی۔ اب ناک تک کھانے کا یہ مطلب نہیں کہ کھانا ناک تک کھایا جاتا ہے، اصل حقیقت کے اعتبار سے یہ غلط اور خلاف واقعہ ہے مگر محاورہ میں درست ہے کثرت اکل سے کنایہ ہے

اس اعتراض کا دوسرا جواب یہ کہ تم نے اصل آنت تو چھوڑ دی اس کو تو گنا ہی نہیں، حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کی جو بات ہے وہ غلط نہیں ہو سکتی سب سے بڑی آنت تو خود معدہ ہے وہ بھی تو ایک ظرف ہے گویا معدہ سب سے بڑی آنت ہے چھ آنتیں اور ایک معدہ سات بنتے ہیں آپؐ نے تمام ظرف کو اشارہ کر دیا کہ اصل ظرف تو معدہ ہے تغلیباً اس پر آنت کا اطلاق فرمایا۔

اکرام اور احترام ضیف

عن ابی ھریرۃؓ ان رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ضافہ ضیف (تفصیلی قصہ لفظی ترجمہ میں عرض کر دیا گیا ہے)

یہ حدیث اس باب میں اس لیے لائی جا رہی ہے غرض یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے

ارشاد کی علمی تحقیق اور مشاہدہ" تائید ہو جائے، مضمونِ حدیث تو واضح ہے البتہ اس میں کافر مہمان کا احترام واکرام ہے۔ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کفار کا بھی اکرام اور احترام کیا کرتے تھے، اکرام اور احترام ضیف بھی مسلمان کا فریضۂ منصبی ہے چاہے ضیف (مہمان) کا تعلق کسی بھی مذہب، کسی بھی عقیدہ سے ہو مسلمانوں کو اضیاف (مہمانوں) کے ساتھ ایسے اخلاق اور برتاؤ کرنا چاہیئے کہ وہ خود اسلامی تعلیمات اور خوبیوں کی طرف راغب ہو جائیں، مسلمان کو بشاشت، اچھے اخلاق، عمدہ برتاؤ اور حسنِ خلق کا حکم دیا گیا ہے۔

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سیدہ عائشہ رضؓ کے ساتھ تشریف فرما تھے کسی نے کہا کہ فلاں آدمی آئے ہوئے ہیں اور اندر آنا چاہتے ہیں تو آپؐ نے انہیں اندر آنے کی اجازت دے دی جب وہ اندر آئے تو آپؐ ان کے ساتھ بڑی خوش اخلاقی، مروّت اور حسنِ خلق سے ملے ان کا احترام کیا وہ جب چلے گئے تو حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ یہ شخص اپنے تمام قبیلہ کا بدترین فرد ہے بئس ابن العشیرۃ او اخو العشیرہ۔ پوری قوم میں اس جیسا بُرا کوئی نہیں۔

حضرت عائشہ رضؓ نے فرمایا کہ آپؐ نے تو اس کے ساتھ بہت عمدہ سلوک کیا تو آپؐ نے فرمایا کہ انسان کے لیے بدترین چیز یہ ہے کہ لوگ اس کی ترشروئی اور بداخلاقی کی وجہ سے اس کے پاس نہ آئیں۔ ان من شر الناس من ترکہ الناس اتقاءَ فحشہٖ کفار تو آتے اس لیے تھے کہ مسلمانوں اور صحابہ کرام رضؓ کے اخلاق اور معاملات کی تحقیق کریں۔ انہیں یہ تجسّس ہوا کرتا تھا کہ دین اسلام کے تعلیمات کیسے ہیں۔

پھر حضورؐ نے ضیافت مہمانداری اور احترامِ مہمان کی انتہا کر دی صرف ایک شخص کی خاطر اس کی ضیافت کی خاطر سات بکریاں دوہنے کا انتظام فرمایا۔

علماء نے لکھا ہے کہ اکرام ضیف یعنی مہمان کی خاطر کرنا شرعی طور پر یہ ہے کہ آنے والے ہر طبقے سے اور ہر عقیدے اور ہر مذہب سے تعلق رکھنے والے مہمان کے ساتھ کشادہ پیشانی خوش خلقی اور ہنس مکھ چہرے کے ساتھ پیش آئے اس کے ساتھ خوش گفتاری، نرم گوئی اور ملاطفت کے ساتھ بات چیت کرے، اپنی حیثیت اور طاقت کے مطابق میزبانی کرے۔

باب ماجاء فی طعام الواحد یکفی الاثنین

۱۔ عن ابی ھریرۃ رضؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم طعام الاثنین